محمد جعفر شاہ پھلواروی

تین طلاقوں کا مسئلہ!

تین یکبارگی طلاقوں کو مغلظہ قرار دینے پر حضرت فاروق اعظم کا اظہار افسوس

اب تک سیدنا عمر کے متعلق یہی سمجھا جاتا رہا ہے کہ آپ نے تین طلاق بیک مجلس کو مغلظہ قرار دیا ہے جس کے بعد نہ رجوع ممکن ہے نہ تجدید نکاح ہو سکتی ہے۔ یہ سب تسلیم کرتے ہیں کہ عہد نبوی میں، عہد صدیقی میں اور دو سال عہد فاروقی میں ایسی طلاق (جو دفعۃً تین بار دے دی جائے) طلاق رجعی ہی ہوتی تھی۔ یہ بھی مسلّم ہے کہ حضورؐ نے اسے رجعی قرار دینے کے باوجود سخت ناپسند بھی فرمایا ہے۔ نسائی کی روایت (محمود بن لبید سے) ہے کہ

ان رجلا طلق فی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم امرأته ثلث فغضب رسول الله صلی الله علیه وسلم أیلعب بکتاب الله وانا بین اظهرکم؟

ایک شخص نے عہد نبوی میں اپنی عورت کو تین طلاقیں دفعۃً دے دیں تو حضورؐ سخت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ کتاب اللہ کے ساتھ مذاق کیا جاتا ہے حالانکہ میں تمہارے سامنے موجود ہوں؟

اس روایت پر خوب غور کیجئے۔ صاف ظاہر ہے کہ تین طلاقیں دفعۃً دے دینا بالکل خلاف قرآن ہے بلکہ قرآن کے ساتھ مذاق کرنا ہے۔ صحیح طریقہ یہی ہے کہ ایک طہر میں ایک طلاق دے کر عدت گذر جانے دی جائے جسے طلاق احسن کہتے ہیں اور اگر مغلظہ ہی کرنا ہے تو ہر طہر بلا وطی میں ایک ایک طلاق دی جائے۔ اسی کو طلاق سنی یا حَسَن کہتے ہیں۔ صاف ظاہر ہے کہ حضورؐ طلاق احسن یا طلاق سنّی ہی کو رائج فرمانا چاہتے تھے لیکن پختہ عادت دیر میں چھوٹتی ہے اس لئے جب بھی کسی نے ایسی غلطی کی تو حضورؐ نے اسے رجعی قرار دیا چنانچہ رکانہ بن عبد یزید کے متعلق مسند احمد اور مسند ابی یعلی میں یوں روایت ہے کہ

ان رکانة بن عبد یزید طلق امرأته ثلاثا فی مجلس فحزن علیها حزنا شدیدا فسأله رسول الله صلی الله علیه وسلم کیف طلقتها قال ثلاثا قال فی مجلس واحد قال نعم قال فانما تلك واحدة فارجعها ان شئت قال فراجعها

رکانہ بن عبد یزید نے اپنی بیوی کو بیک نشست تین طلاقیں دے دیں لیکن انہیں اس پر بڑا ہی رنج ہوا۔ حضورؐ نے ان سے پوچھا کہ تم نے کس طرح طلاق دی ہے۔ بولے تین طلاقیں۔ پوچھا کہ بیک نشست؟ عرض کیا ہاں۔ فرمایا کہ پھر تو یہ ایک ہی طلاق ہوئی لہٰذا اگر تم چاہو تو رجوع کر سکتے ہو۔ چنانچہ انہوں نے رجوع کر لیا۔

صاحب فتح القدیر اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ :-

وھذا نص فی المسئلۃ لا یقبل التاویل الذی فی غیرہ فھذا صریح فی ان الطلاق فی مجلس واحد وان کثر یقع طلقۃ واحدۃ

دوسری روایتوں کی تو تاویل ہو سکتی ہے لیکن یہ حدیث ایسی نص ہے جس پر کسی تاویل کی گنجائش نہیں۔ یہ نص اس باب میں صریح ہے کہ بیک نشست اگرچہ بہت سی طلاقیں بھی دے دی جائیں لیکن وہ ایک ہی شمار ہوگی (یعنی رجعی ہوگی نہ کہ مغلظہ)

غرض عہد نبوی اور دور صدیقی تک بلکہ دور فاروقی میں بھی دو سال تک یہی اصول جاری رہا کہ طلاق سہ گانہ بیک مجلس طلاق رجعی سمجھی جاتی تھی لیکن حضرت عمر کی طبعی خواہش یہی تھی کہ کتاب اللہ کے ساتھ یہ مذاق چھڑا کر وہی طریقۂ طلاق رائج کیا جائے جو مطابق قرآن ہے اور جسے طلاق سنی کہتے ہیں۔ آپ نے اس مقصد کے لئے یہ طریقہ اختیار فرمایا کہ ایسی طلاق کے متعلق یہ اعلان فرما دیا کہ

ھی ثلث لا تحل لہ حتی تنکح زوجا غیرہ (رواہ سعید بن منصور والبیہقی وابو نعیم ومالک)

اب ایسی طلاق مغلظہ ہوگی اور بغیر حلالے کے بیوی نہیں ہو سکے گی[1]

پڑی ہوئی عادت اتنی جلدی کہاں چھوٹتی ہے، طلاق دینے والے تین ہی طلاقیں دفعۃً دیتے رہے۔ مغلظ قرار پانے کی وجہ سے رجوع تو نہ کر سکتے تھے لیکن اس دشواری کا علاج لوگوں نے یہ نکالا کہ اپنی مطلقہ بیوی کا نکاح کسی سکھائے پڑھائے آدمی سے کرا کے اس سے طلاق دلوا لی تاکہ وہ پھر طلاق دینے والے کی بیوی ہو جائے۔ یہ وہ مکروہ طریقہ تھا جس پر حضور نے لعنت فرمائی تھی جیسا کہ ابن مسعود سے ترمذی اور نسائی نے روایت کیا ہے کہ

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لعن المحلل والمحلل لہ ـــ

حضور نے حلالہ کرنے والے اور حلالہ کرانے والے دونوں کو ملعون قرار دیا ہے۔

ایک پختہ عادت طلاق پر دفعۃً پابندی لگانے کا قدرتی نتیجہ یہی ہو سکتا تھا اور یہی ہوا کہ اس قسم طلاق کے مغلظ ہونے کے بعد لوگ قانون کا غلط استعمال حلالے کی شکل میں کرنے لگے۔ یہ عموماً ہوتا ہے کہ ایک فتنے کو دبانے کے بعد دوسرا فتنہ سر اٹھاتا ہے یہاں بھی یہی ہوا کہ کتاب اللہ کے ساتھ مذاق کو یعنی طلاق بدعی کو حضرت عمر نے روک تو دیا لیکن ایک دوسری خرابی نے اپنا سر نکالا۔ اور وہ تھا حلالے کا رواج جس کو حضور نے لعنت قرار دیا تھا۔ اب حضرت عمر نے اس کا علاج یوں کیا کہ اعلان فرما دیا کہ

لا اوتی بمحلل ومحلل لہ الا رجمتھما۔

میں حلالہ کرنے اور کرانے والے دونوں کو سنگساری کی سزا دوں گا۔

سیدنا عمر کے ان دونوں حکموں سے یہ فائدہ حاصل ہوا ہوگا کہ خلاف قرآن طریقۂ طلاق کا سد باب ہو گیا ہوگا۔ لوگ دفعۃً تین طلاقیں اس لئے نہ دیتے ہوں گے کہ یہ اب مغلظ قرار پا گئی ہے اور اگر دیتے ہوں گے تو سنگساری کے ڈر سے حلالہ نہ کراتے ہوں گے بلکہ اپنی غلطی کی سزا دائمی مفارقت کی شکل میں بھگت کر دوسروں کے لئے ذریعۂ احتیاط بن جاتے ہوں گے۔

[1] حلالے یا تحلیل سے مراد یہ ہے کہ عورت کا عقد ثانی ہو اور ہم آغوشی کے بعد پھر طلاق واقع ہونے سے جدائی ہو۔

لیکن بعد میں کیا ہوا؟ ۔ امت نے عہد نبوی اور دور صدیقی کے فیصلے کو عارضی اور دور فاروقی کے فیصلے کو دائمی سمجھ کر ایسی طلاق کو مغلظہ تو قرار دے دیا لیکن حلالے کی لعنت کو ختم کرنا ان کے بس کی بات نہ رہی۔ عام طور پر یہ غور نہ کیا گیا کہ عہد نبوی اور دور صدیقی کا فیصلہ اگر دور فاروقی میں کسی مصلحت سے بدل سکتا ہے تو دور فاروقی کا فیصلہ بھی کسی دوسرے دور میں اسی وزن کی دوسری مصلحت سے بدل سکتا ہے؟ اب فیصلۂ فاروقی کو بدلنے کی مصلحتیں کیا ہیں اسے یوں سمجھئے کہ:

(۱) آج پاکستان میں نوے فیصد سے زیادہ لوگ طلاقوں کے فرق کو نہیں جانتے کہ رجعی، بائنہ اور مغلظہ کیا بلا ہے۔ عوام تو بس ایک ہی بات جانتے ہیں کہ ایک دو تین طلاق کہہ کر بیوی کو گھر سے باہر نکال دو۔

(۲) یہ دفعۃً تین طلاقیں وہ لوگ بھی دے دیتے ہیں جو ان اقسام طلاق کے فرق کو جانتے ہیں آج تک کوئی واقعہ سننے میں نہیں آیا کہ کسی نے سُنّی طلاق دی ہو۔

(۳) ایسی طلاق کے بعد نوے فیصد سے زیادہ لوگ پچھتاتے ہیں اور رجوع کے لئے مفتیوں سے فتوے دریافت کرتے پھرتے ہیں

(۴) اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ لوگ فوری غصہ و رنج سے متاثر ہو کر انجام کو سوچے بغیر طلاق دے دیتے ہیں ظاہر ہے کہ غصے کی حالت میں جو فیصلہ ہوتا ہے وہ متوازن نہیں ہوتا۔

(۵) اسلام میں قانون طلاق کا انداز ہی ایسا رکھا گیا ہے کہ زوجین کو کئی ماہ تک اپنے طرز عمل پر غور کرنے مستقبل کے تمام نشیب و فراز اور انجام کو سوچنے سمجھنے اور اپنے فیصلوں پر نظر ثانی کرنے کا موقع ملے۔ زیر بحث شکل طلاق (یعنی تین یکبارگی طلاقوں کا مغلظہ ہو جانا) اس سے بالکل متباین چیز ہے۔

(۶) اس کا نتیجہ بارہا یہ دیکھا گیا ہے کہ لوگ اپنے مشکل کا حل حلالہ کرا کے پیدا کر لیتے ہیں حالانکہ یہ حرکت حضور کے نزدیک لعنت اور حضرت عمر کی نگاہوں میں مستحق سنگساری تھی۔

(۷) حضرت عمر کا یہ حکم تو (کہ تین یکبارگی طلاقیں رجعی ہونے کے بجائے اب مغلظہ سمجھی جائیں گی) لوگوں نے لے لیا لیکن اسی کا دوسرا حصہ (کہ حلالہ کرنے اور کرانے والے کو سنگسار کیا جائے) چھوڑ دیا، یا سیاسی اقتدار کے فقدان کی وجہ سے چھوٹ گیا۔ ظاہر ہے کہ صرف ایک حصے کو اختیار کرنے سے وہ خاطر خواہ نتیجہ کبھی نہیں نکل سکتا جو دونوں حصوں کو اختیار کرنے کے بعد دور فاروقی میں یا بعد میں نکلتا رہا۔ اس لئے اگر آج دوسرے حصے کو اختیار نہیں کیا جا سکتا تو پہلے حصے کو بھی عہد نبوی اور دور صدیقی کے مطابق کر دینا چاہیئے۔

(۸) حضور کا مقصد اس یکبارگی طلاق سہ گانہ کو روک کر طلاق احسن یا طلاق سنی کو رائج کرنا تھا۔ حضرت عمر نے اسی مقصد کی تکمیل کے لئے اس کے مغلظہ ہونے کا اعلان فرما دیا تھا۔ اب مذکورہ بالا تصریحات کی روشنی میں اسی مقصد کی تکمیل کے لئے اگر کوئی بالکل جدید طریقہ بھی اختیار کیا جائے تو نا جائز نہ ہوگا چہ جائیکہ وہ طریقہ اختیار کیا جائے جو عہد نبوی، دور صدیقی اور خود دور فاروقی کے آغاز میں بھی رائج تھا۔

(۹) حضرت عمرؓ کا فیصلہ کوئی دائمی و ابدی فیصلہ نہ تھا صرف ایک تجربہ تھا۔ اور وہ دائمی کیونکر ہو سکتا تھا جبکہ آپ خود عہد نبوی اور دورِ صدیقی کے فیصلے کو بھی دائمی نہ سمجھتے تھے۔

حضرت عمرؓ کی ندامت ۔ حضرت عمرؓ کا فیصلہ کوئی دائمی فیصلہ نہ تھا، محض ایک تجربہ تھا — ناکام تجربہ — اس پر قوی ترین شہادت خود سیدنا عمرؓ کا وہ اظہارِ ندامت ہے جو یوں منقول ہے۔

قال الحافظ ابوبکر الاسماعیلی فی مسند عمر اخبرنا ابو یعلی حدثنا صالح بن مالک حدثنا خالد بن یزید بن ابی مالک عن ابیہ قال قال عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ "ماندمت علی شیٔ ندامتی علی ثلٰث، ان لا اکون حرمت الطلاق وعلی ان لا اکون . . . .

(اغاثۃ اللہفان لابن قیم ص۱۸)

یعنی . . . . حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ مجھے کسی بات پر ایسی شدید ندامت نہیں جیسی ان تین باتوں پر ہوئی جن میں ایک یہ ہے کہ میں نے طلاق کو حرام کر دیا (یعنی طلاق ثلاثہ بیک مجلس کو مغلظہ قرار دے دیا)

ابن قیم نے پوری شرح و بسط سے تحریم طلاق کا یہی مطلب بیان کیا ہے کہ حضرت عمرؓ کو اپنے اس فیصلے پر ندامت تھی۔ بہت ممکن ہے کہ اگر حضرت عمرؓ کی عمر وفا کرتی تو اپنے اس فیصلے کو بدل کر عہد نبوی اور دورِ صدیقی کے فیصلہ کو بحال کر دیتے یا کوئی اور شکل پیدا فرما دیتے۔ یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ اس طلاق کے مغلظہ ہونے کی وجہ سے حلالے کے ملعون چور دروازے کو بھی آپ نے سزائے رجم کی تہدید سے بند فرما دیا تھا لیکن اس کے باوجود آپ کو اپنے فیصلہ پر ندامت تھی (یہ اور بات ہے کہ اپنے فیصلے کو رد کرنے کا موقع نہ پا سکے اور اسے آئندہ آنے والوں کے لئے چھوڑ گئے) پھر سوچئے کہ آج جبکہ حلالے کی مکروہ رسم کو صدیوں سے روکنے کا کوئی سامان نہیں (اور اگر کوئی ایسا سامان کر بھی لیا جائے تو اس کے لئے چور دروازے سے حلالے کا ایک مستقل پرائیویٹ ادارہ کھل سکتا ہے) کیوں نہ اسی فیصلۂ نبوی اور فیصلۂ صدیقی کی طرف رجوع کر لیا جائے جس کی نشاندہی خود حضرت عمرؓ کی ندامت کر رہی ہے:

اجماعِ ائمہ کی حقیقت ۔ عموماً یہ کہا جاتا ہے کہ ائمہ اربعہ (ابو حنیفہ و مالک و شافعی و احمد بن حنبل) نے ایسی طلاق کو مغلظہ ہی تسلیم کیا ہے اور ان کے مقلدین آج تک اسے مغلظہ ہی مانتے چلے آتے ہیں۔ لیکن:

اولؔ تو یہ چیز ہی صحیح نہیں کیونکہ امام مالک سے دونوں طرح پر روایتیں ہیں یعنی رجعی ہونے کی بھی اور مغلظہ ہونے کی بھیؔ مولانا عبدالحیٔ فرنگی محلی حاشیہ شرح وقایہ ج ۲ ص۷۱ میں لکھتے ہیں:-

والقول الثانی انہ اذا طلق ثلثا تقع واحدۃ رجعیۃ . . . . وھو احد القولین لمالک

دوسرا قول یہ ہے کہ تین یکبارگی طلاقیں ایک ہی یعنی رجعی ہوتی ہیں اور امام مالک کا ایک قول یہ بھی ہے۔

دوسرےؔ ان تمام ائمہ اربعہ کے مقلدین میں بھی (بلکہ خود صحابہ میں بھی) بہتیرے صاحبانِ بصیرت اسے رجعی ہی مانتے ہیں علامہ ابن قیم اعلام الموقعین ج ۲ ص۱۲ تا ۲۲ میں لکھتے ہیں:

---

* صحابہ کرام ہو یا [illegible] کے لوگ ایسے ہیں جو [illegible] سے دونوں طرح کی روایتیں ہیں۔ اعلام الموقعین کی مندرجہ عبارت سے واضح ہے۔

ووافق ابن عباس وعلی وابن مسعود بان الطلقات الثلاث من فم واحد واحدۃ وافتوا ایضا بانہا مغلظۃ ووافق الزبیر بن العوام وعبد الرحمن بن عوف وعکرمۃ وطاؤس ومحمد بن اسحٰق وخلاس بن عمرو والحارث العکلی وداؤد بن علی واکثر اصحابہ وبعض اصحاب مالک وبعض اصحاب الحنفیۃ وبعض اصحاب احمد بانہا واحدۃ

ابن عباس علی بن ابی طالب اور ابن مسعود سے دونوں طرح کی روایتیں ہیں یعنی یکبارگی تین طلاقیں دینا یعنی ایک ہی ہیں اور یہ فتویٰ بھی منقول ہے کہ ایسی طلاق مغلظہ ہوگی — زبیر بن عوام، عبد الرحمن بن عوف، عکرمہ، طاؤس، محمد بن اسحٰق، خلاس بن عمرو، حارث عکلی، داؤد بن علی اور ان کے زیادہ تر پیرو، بعض مالکی، بعض حنفی اور بعض حنبلی سب کا فتویٰ ہے کہ ایسی طلاق ایک ہی یعنی رجعی ہوتی ہے۔

اب اگر آپ ان دونوں طرح کی رایوں کا نقشہ بنائیں تو وہ یوں ہوگا۔

ایک طرف

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیقؓ، زبیر بن عوام، عبد الرحمن بن عوف، عکرمہ، طاؤس، محمد بن اسحٰق، خلاس بن عمرو، حارث عکلی، داؤد بن علی، اور ان کے اکثر پیرو، کچھ مالکی، کچھ حنفی، کچھ حنبلی، ابن تیمیہ، ابن قیم وغیرہم ہیں۔

اور دوسری طرف

حضرت عمر فاروقؓ —— وہ بھی یوں کہ دو سال تک آپ کا فیصلہ کچھ اور تھا اور بعد میں دوسرا فیصلہ ہوا اور پھر بھی اپنے آخری فیصلہ پر ندامت ہے —— ابوحنیفہ، شافعی، احمد بن حنبل اور ان تینوں کے اکثر متبعین اور اکثر مالکیہ وغیرہم ہیں اب ترجیح کا فیصلہ آپ خود ہی کر لیجئے۔

تیسری طرف عبد اللہ بن عباس، علی بن ابی طالب، عبد اللہ بن مسعود، امام مالک ہیں جن سے دونوں طرح کی روایتیں ہیں رجعی ہونے کی بھی اور مغلظہ ہونے کی بھی۔

بوقت ضرورت دوسرے ائمہ کے مسلک پر عمل - فتاویٰ مولانا عبد الحی فرنگی محلی میں ہے کہ "اگر ایسی طلاق بہت سی دشواریوں کا موجب ہو تو کسی شافعی عالم سے فتویٰ لے کر رجوع کر لیا جائے (مسئلہ ص۲) جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض شوافع کے ہاں بھی رجوع جائز ہے۔ نیز خود مولانا عبد الحی باوجود حنفی ہونے کے رجعی مانے والوں کے مسلک کو خاص حالتوں میں درست سمجھتے ہیں۔ یہی مولانا عبد الحی مفقود الخبر کے مسئلے میں امام مالک کے مسلک پر فتویٰ دیا کرتے تھے جیسا کہ خود ہی وہ لکھتے ہیں کہ:-

وعلی ھذا العمل حیث اقتضت ضرورۃ بقول مالک ظنا منی انہ قوی من حیث الدلیل مع قطع النظر عنہ تقلید مذھب الغیر جائز عند الضرورۃ اتفاقاً (شرح وقایہ حاشیہ ص۲۹۳)

اسی پر عمل ہے جہاں میں مسئلہ امام مالک کے قول پر فتویٰ دیا ہے کیونکہ مجھے یقین ہے کہ دلیل کی حیثیت سے

[illegible] ہے (کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعۃ)

یہی مسلک قوی ہے۔ اس سے قطع نظر، بوقتِ ضرورت دوسرے ائمہ کے مسلک کی تقلید بھی بالاتفاق جائز ہے۔

مولانا عبدالحئی رح کی اس عبارت سے دو باتیں صاف طور پر معلوم ہوتی ہیں:۔

(۱) مفقود الخبر کے مسئلے میں وہ حنفی مسلک کو ترک کرکے، مالکی مسلک پر فتوے دیتے ہیں اور بنیاد دلیل کی قوت کو قرار دیتے ہیں نہ کہ تقلید جامد کو۔

(۲) اگر ضرورۃً ایک امام کا مقلد دوسرے امام کے کسی مسلک کے مطابق فتویٰ دے تو یہ بالاتفاق جائز ہے۔

انہی دونوں اصولوں کی بنیاد پر مولانا عبدالحئی نے طلاق سہ گانہ بیک نشست کو بھی اپنے فتاویٰ میں رجعی قرار دیا ہے[1] مگر از راہِ احتیاط اس میں دو شرطیں رکھ دی ہیں۔ ایک یہ کہ اگر ایسی طلاق سے ضررِ عظیم واقع ہوتا ہو (مثلاً وہ صاحبِ اولاد ہو اور بچوں کی پرورش میں دشواریاں پیدا ہو رہی ہوں اور میاں بیوی دونوں پچھتاتے ہوں) دوسرے یہ کہ کسی شافعی عالم سے فتوے لے کر رجوع کرے ——
ایک محتاط و متقی مفتی کے لئے ایسی احتیاطیں بہت مناسب ہیں لیکن بات وہی ہے جو ذرا گھما کر کہی گئی ہے کہ ایسی طلاق رجعی ہو سکتی ہے۔ مفقود الخبر کے مسئلے میں تو وہ پوری جرأت سے کام لیتے ہیں اور مسئلہ طلاق میں ذرا ڈھیلے ہیں۔

بہرحال مولانا عبدالحئی مفقود الخبر اور طلاق سہ گانہ کے مسئلوں میں اپنی جرأت کے عوض مستحقِ تبریک ہیں اور بہت زیادہ لائقِ ستائش ابن تیمیہ اور ابن قیم ہیں جو باوجود حنبلی ہونے کے صرف ضرورت اور قوتِ دلیل کی بنا پر اپنے امام کی تقلید کی (اس مسئلے میں) کوئی پروا نہیں کرتے اور اپنے امام سے اس اختلاف کی وجہ سے اپنے آپ کو خارج از تقلید بھی نہیں سمجھتے کیونکہ کتاب و سنت کی دلیل پر چلنا کسی امام کی تقلید پر بہرحال قابلِ ترجیح ہے۔

بعض لوگوں نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ . . . .

"ائمہ اربعہ اور جمہور فقہا کا مسلک یہ ہے کہ تین طلاق اگر بیک وقت دے دی جائیں تو وہ تین ہی طلاق شمار ہوں گے اور میرے نزدیک یہی صحیح قرات ہے . . . . . لیکن یہ امر مسلّم ہے کہ ایسا کرنا گناہ ہے کیونکہ یہ اس صحیح طریقے کے خلاف ہے جو اللہ اور اس کے رسول نے طلاق دینے کے لئے سکھایا ہے۔ اس لئے غلط طریقے کی روک تھام ضرور ہونی چاہیئے . . . . حضرت عمرؓ ایسے لوگوں کو سزا بھی دیا کرتے تھے"

سوال یہ نہیں کہ دفعۃً تین طلاقیں دینا گناہ ہے یا نہیں؟ گناہ تو سب کے نزدیک ہے اور اسی لئے حضرت عمرؓ ایسے شخص کو سزا بھی دیتے تھے اور فقہا اسے طلاق بدعی کہتے ہیں۔ سوال گناہ ہونے نہ ہونے کا نہیں ہے۔ سوال یہ ہے کہ ایسی طلاق کو رجعی قرار دیا جائے یا مغلظہ؟ اور روک تھام کا امکان رجعی قرار دینے میں زیادہ ہے یا مغلظہ قرار دینے میں؟ نیز فیصلہ عہدِ نبوت اور عہدِ صدیقی کا زیادہ قابلِ قبول ہے یا دورِ فاروقی کا اور ائمہ کا؟ اور وہ بھی اس حالت میں کہ ائمہ سب کے سب اس کے مغلظہ ہونے پر متفق نہیں۔ امام مالک سے دونوں طرح کی روایت ہے اور سب ائمہ کے بے شمار مقلدین بھی اسے رجعی مانتے ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ حضرت عمرؓ فاروق کے جس فیصلے پر مغلظہ ماننے کی بنیاد رکھی گئی ہے اس کا خود یہ حال ہے کہ بعد میں حضرت عمرؓ کو اپنے فیصلے پر ندامت ہوئی۔

[1] [illegible]

اس ایماندارانہ ندامت کے بعد تو وہ بنیاد ہی ہل جاتی ہے جس پر غلط ماننے والوں نے اپنی عمارت تعمیر کی ہے۔ اگر یہ مومنانہ اور منصفانہ ندامت نہ بھی ہوتی ——— بلکہ عہد نبوت اور دور صدیقی کا فیصلہ بھی موجود نہ ہوتا تو تقاضائے عصری سے تنہا حضرت عمر کا یا دیگر ائمہ کا فیصلہ بدلنا کوئی گناہ نہ تھا چہ جائیکہ تائید میں عہد نبوت اور دور صدیقی کے فیصلے اور بعض ائمہ اور ان کے بے شمار مقلدین کا فیصلہ اور سیدنا عمر کی جرأتمندانہ ندامت موجود ہے۔

ہمارے علمائے کرام مفقود الخبر کے مسئلے میں حنفی مسلک کو ترک کر چکے ہیں اور امام مالک کے مسلک پر عمل کرتے ہیں حالانکہ بے شمار اخبار و آثار اس کے خلاف بھی موجود ہیں۔ سوال یہ ہے کہ اسی طرح کے دوسرے مسائل میں کسی ایک امام یا زیادہ ائمہ کا مسلک عند الضرورت کیوں نہیں ترک کیا جا سکتا؟ گفتگو اس پر تو ہو سکتی ہے کہ ہمارے دور میں کسی فقہی مسئلے کو تبدیل کرنے کی ضرورت ہے یا نہیں لیکن اس پر گفتگو نہیں ہو سکتی کہ کسی دور میں بھی گزشتہ کوئی مسئلہ تبدیل نہیں ہو سکتا۔ عہد نبوت اور دور صدیقی کے مسائل دور فاروقی میں بدل سکتے ہیں تو دور فاروقی کا کوئی مسئلہ کسی دوسرے دور میں کیوں نہیں بدل سکتا؟ وہ بھی ایسی حالت میں کہ سیدنا فاروق اعظم خود ہی اپنے فیصلے پر شدید ندامت کا اظہار فرما رہے ہیں۔

اولاً تو اس پر کوئی اجماع امت قطعاً نہیں کہ دفعۃً تین طلاقیں مغلظہ ہی ہوتی ہیں۔ اور اگر فی الواقع یہ اجماع ہوتا بھی تو ایک دور کے اجماع کو دوسرے دور کا اجماع بلاشبہ تبدیل کر سکتا ہے۔ عہد نبوی اور دور صدیقی میں ایسی طلاق کے رجعی ہونے پر اجماع تھا اور دور فاروقی میں اس کے خلاف اجماع امت ہوا۔ اسی طرح اس کے بعد بھی کسی دور میں اگر ضرورت ہو تو اجماع امت سابق اجماع کو بدل سکتا ہے۔ تبدیلی بالکل جدید قسم کی بھی ہو سکتی ہے اور یہاں تو کوئی جدید تبدیلی بھی نہیں۔ صرف اتنا ہی ہے کہ مؤخر اجماع سابق اجماع کی طرف لوٹ آیا ہے۔

ریاض السنۃ
مصنفہ مولانا جعفر شاہ پھلواروی
قیمت:- آٹھ روپے

اسلام میں حیثیت نسواں
مصنفہ محمد مظہر الدین صدیقی صاحب
قیمت:- تین روپے

ازدواجی زندگی
مصنفہ مولانا محمد جعفر شاہ پھلواروی
قیمت:- ایک روپیہ

مسئلہ اجتہاد
مصنفہ مولانا محمد حنیف ندوی
قیمت:- دو روپے آٹھ آنے

ملنے کا پتہ:- ادارہ ثقافت اسلامیہ - کلب روڈ - لاہور